اسی طرح[1] فقہائے کرام رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ کو (ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے غم میں گھلنے والوں" سے کہیں زیادہ ان حضرات کو امت کے قلوب جوڑنے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کا خیال تھا مگر باایں ہمہ) اختلاف مطالعہ کی حقیقت تسلیم کرنے اور "ایک جگہ کی رویت کا حکم دوسری جگہ لازم نہ ہونے" کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں یہ خطرہ پیش نہیں آیا کہ اس سے "اتحاد" میں رخنہ پڑ جائے گا اور گویا اتفاق کا "اہم رشتہ" ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ کہ (جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے) سارے عالم میں ایک ہی دن "عید منانا" ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ اس دنیا کے مشرق و مغرب، اور اس کے کناروں کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہے کہ ایک گوشہ میں مثلاً جس وقت رویت ہلال ہو رہی ہوتی ہے (غروب آفتاب کے بعد) تو دوسری جگہ اسی ساعت طلوع آفتاب بلکہ نیم روز کا سماں ہوتا ہے۔ اب بتائیے! کہ جس حصہ میں — آفتاب کے چھپ جانے کے بعد — "ہلال عید" نظر آیا اس کی بنا پر اگر ایسی جگہ عید منانے کا فیصلہ کیا گیا جہاں آفتاب ڈھل چکا ہے اور ظہر کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ یعنی نماز عید کا وقت ختم ہو چکا ہے — تو کس طرح اس فیصلہ کو اس دن روبہ عمل لایا جائے گا؟؟

یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ عید محض ایک "تہوار" ہی نہیں ہے جس میں صرف شان و شوکت کا مظاہرہ کیا جائے اور رنگ رلیاں منائی جائیں، اور کچھ نہ کیا جائے اگر صرف یہی حیثیت ہوتی تو واقعی اس کے لئے ایک دن کو مخصوص کر لینا، مناسب بلکہ شاید ضروری ہوتا۔ مگر اسلام! کہ جس کی حقیقت میں انقیاد، اطاعت اور عبادت داخل ہے۔ اس کی

---

[1] زیلعی شرح کنز ص ۳۲۱ ج ۱، بدائع الصنائع ص ۸۳ ج ۲، مجمع الانہر ص ۲۳۹ ج ۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احقر کا مضمون "رویت ہلال" ص ۳۸۳ برہان دسمبر ۱۹۷۰ء

مقرر کردہ کوئی چیز ایسی ہو ہی نہیں سکتی جس میں شان عبدیت کا مظاہرہ نہ ہو۔ اس لئے عید محض "اسلامی تہوار" ہی نہیں بلکہ ایک عبادت بھی ہے اور عبادت کی شان یہ ہے کہ معبود جب حکم دے اس وقت کی جائے نہ کہ "جب عابد کا دل چاہے"۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ معبود کی طرف سے (اس کے رسولؐ کے ذریعہ) جو حکم دیا گیا وہ یہ ہے:

"لاتصوموا حتیٰ تروا الھلال ولا تفطروا حتیٰ تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ"[1] یعنی تم چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور نہ عید کرو، (۲۹ تاریخ کو) چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر لو۔

غور فرمایئے! داعیٔ فطرت (علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ) نے مسئلہ کو کتنا آسان اور سہل بنا دیا کہ راہ میں نہ کوئی پیچ وخم رہا نہ گرد وغبار۔ اور ہم کو ہر غیر ضروری مشقت سے بچا دیا گیا۔

---

[1] بخاری صفحہ ۲۵۶ ج ۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔

آثر و معارف:۔ مولفہ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری۔ یہ مولانا کے پچیس ۲۵ علمی مقالوں کا مجموعہ ہے جس میں تدوین حدیث، علوم حدیث کی تاریخ، کتب حدیث وفقہ کا تعارف، اسلامی علوم کا تعلیمی ارتقاء، مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں، یورپ میں اسلامی علوم وفنون کی ترویج، اور کئی اسلامی شخصیات اور علمی کتابوں کا حال مستند طریقہ پر درج ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اور عام اصحاب ذوق اس علمی ذخیرہ سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے

بڑی تقطیع ۲۰×۲۶ سائز		صفحات

قیمت بلا جلد نو روپے		مجلد دس روپے

کتب خانہ سعیدیہ

حیدرآباد کا ایک قدیم اور بین الاقوامی شہرت کا حامل کتب خانہ

(محمد افضل اقبال ایم۔ اے۔ عثمانیہ)

"کتب خانہ سعیدیہ، حیدرآباد" اس معزز اور محترم ہستی کی مقدس امانت ہے جن کا خاندان مسلسل اٹھارہ پشت سے مذہبی، علمی، ادبی اور سماجی خدمات میں بہت پیش پیش رہا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد سعید خاں صاحب جن کے علمی ذوق کی یادگار یہ نایاب کتب خانہ ہے اس عربی النسل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کے افراد خدمت خلق کا جذبہ لئے براہ راست عرب سے ہندوستان کے ساحلوں پر توطن اختیار کیا تھا اس خاندان کے کئی افراد قاضی، فقیہ اور محدث رہے ہیں۔ ان علمی و مذہبی خدمات کے علاوہ اپنے وقت میں ملک کی اہم خدمات کے قابل بھی سمجھا جاتا رہا ہے۔ سفارت، دیوانی قاضی القضاۃ کی اہم خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ مفتی محمد سعید خاں صاحب کے اجداد میں فقیہ عطا احمد، فقیہ مخدوم اسحاق، فقیہ مخدوم اسمٰعیل، فقیہ ابو محمد، قاضی احمد قاضی محمود کبیر، قاضی رضی الدین مرتضیٰ، قاضی حسین لطف اللہ، قاضی محمد عبداللہ شہید قاضی نظام الدین احمد صغیر، محمد غوث شرف الملک، مدار الامراء عبدالوہاب مختار الدولہ اور امام العلماء قاضی بدر الدولہ محمد صبغۃ اللہ قابل ذکر ہیں۔ غرض اس خاندان کی امتیازی خصوصیات دین و دنیا کے مراتب ہیں جو عام حالتوں میں سب کو حاصل نہیں ہوتے۔

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد سعید خاں صاحب ۱۲۴۷ھ میں شہر مدراس میں پیدا ہوئے۔

آپ قاضی بدرالدولہ کے بڑے فرزند اور مولوی محمد غوث شرف الملک کے پوتے تھے۔ نواب مختار الملک سر سالار جنگ اوّل کی خواہش پر ۱۲۸۶ھ میں مفتی محمد سعید خاں صاحب مدراس سے حیدر آباد آئے اور یہاں رکن اوّل مجلس مرافعہ نظامت عدالت ہنصرم چیف جج اور مفتی عدالت العالیہ کے معزز عہدوں پر فائز رہے۔ مملکت حیدر آباد کی قومی اور ملی خدمات میں خاطر خواہ حصہ لیا۔ جامعہ نظامیہ کے علاوہ دائرۃ المعارف کی آبیاری میں نواب عماد الملک مرحوم کے ساتھ تعاون کیا اور سالہا سال تک اس کی مجلس انتظامی اور علمی کمیٹی کے رکن رہے یہی نہیں بلکہ اپنی نادر مخطوطات سے استفادہ کا بھی موقع دیا۔ ۱۳۱۲ھ میں حیدر آباد ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ مسجد الماس چادر گھاٹ حیدر آباد میں مدفون ہوئے آپ کے انتقال پر تمام عدالتیں بند کی گئیں۔ سرکاری جریدہ اعلامیہ میں اظہار افسوس کیا گیا اور اس حقیقت کا اظہار کیا کہ خدمت افتاء کو آپ کی ذات سے عزت تھی۔ غرض مفتی صاحب کا علوم ظاہر و باطن میں کمال، مذہبی شغف اور تقدس اور ان کے نادر علمی ذخیرے نے اُن کے نام کو زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔

کتب خانہ سعیدیہ مفتی صاحب کی زندگی کا نایاب سرمایہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے نہ صرف خاندانی ذخیرۂ کتب کی حفاظت کی بلکہ بہت سی نایاب اور نادر کتابیں خرید کر اپنے ذخیرہ کتب میں اضافہ کیا۔ یہی نہیں انھوں نے مکہ اور مدینہ کے علمی کتب خانوں میں جو نایاب قلمی مخطوطات تھے ان کی نقلیں آج سے سو سال پیشتر کروائیں اس وقت اس کتب خانہ سعیدیہ میں کئی ہزار نایاب عربی، فارسی، اردو، ترکی اور انگریزی مخطوطات و مطبوعات موجود ہیں۔

ستمبر ۱۹۳۴ء میں نواب سر نظامت جنگ نے اس کتب خانہ کا اس کی موجودہ عمارت (جام باغ روڈ۔ حیدر آباد) میں افتتاح فرمایا۔ اور کتب خانہ سعیدیہ ایک قومی اثاثہ بن کر تمام علمی دنیا کے استفادہ کے لئے عام ہو گیا۔ کتب خانہ کی موجودہ عمارت

حضرت مفتی صاحب کے بھانجے الحاج حافظ مولوی محمد عبد العظیم صاحب مرحوم کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھے گی جنھوں نے اپنے ذاتی صرف سے ایسی عمارت کتب خانہ کے لیئے خریدی وہ زندگی بھر کتب خانہ کے کاروبار اور انتظام میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے بلکہ کتب خانہ کے لئے وقف رہے۔ اپنا تن من دھن کتب خانہ سعیدیہ کے لئے لگا دیا۔ حافظ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے دوسرے بھائی مولوی برہان الدین صاحب مرحوم نے اس کام کو سنبھالا۔ ان کے بعد ڈاکٹر مولوی محمد غوث صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ ڈی (عثمانیہ) نے معتمدی کے فرائض انجام دیئے آج کل الحاج مولوی عبد الغنی صاحب معتمدی کے اعزازی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

کتب خانہ سعیدیہ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک طرف ہندوستانی علوم و فنون، ہندوستان کی تاریخ اور ہندوستان کے تمدن اور خود ہندوستان کے قدیم علماء جیسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ علی متقی ہندی، علامہ بہاری، ملا جیون، شیخ علی المھائمی، شیخ احمد سرہندی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی وغیرہ کے نایاب غیر مطبوعہ اور کمیاب مطبوعہ کارنامے موجود ہیں ان میں کی اکثر و بیشتر کتابیں خود ان مقدس ہستیوں کے مبارک ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ دوسری طرف قدیم عرب مورخ ابن عساکر کی تاریخ دمشق، نامور مورخ ابن اثیر کی اسد الغابہ، قدیم مصری مورخ و محدث شہاب الدین ابن حجر العسقلانی کی انباء الغمر بانباء العمر، محدث دیلمی کی مسند الفردوس، مشہور مصری محدث و مورخ علامہ سیوطی اور نامور فارسی شاعر مولانا جامی کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابیں اس کتب خانہ کی زینت ہیں۔ گلستان سعدی کا ایک دیدہ زیب مصور قلمی نسخہ جو دنیا کے بہترین نسخوں میں سے ایک ہے وہ بھی یہاں موجود ہے۔ مصنفین یا ان کے شاگردوں کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی، چند کتابیں خود بغداد، دمشق، بیروت، قاہرہ، کابل، ہرات اور

طہران میں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے "اس کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، فقہ واصول فقہ کی نادر قلمی کتابوں کا اتنا ذخیرہ ہے جو میں نے مدینہ منورہ کے سوا اور کہیں نہیں دیکھا"۔

کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد (STATE CENTRAL LIBRARY) امپریل لائبریری کلکتہ (نیشنل لائبریری) میں اس کتب خانہ کی کتابوں سے نقل شدہ نسخے اور میکروفلم کاپیاں موجود ہیں مجلس اشاعت العلوم، دائرۃ المعارف و احیاء المعارف النعمانیہ کے مطبوعات کی اشاعت اسی کتب خانہ کے مخطوطات کی بنیادوں پر ہوئی ہے۔ عرب لیگ کے کلچرل مشن نے تقریباً دو درجن نادر کتابوں کے مائیکروفلم حاصل کئے جن میں سے کئی کتابیں بیروت اور قاہرہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ اقوام متحدہ کی علمی، ادبی، سائنسی اور ثقافتی مجلس (UNESCO) کو بھی اس قسم کے بیس کتابوں کے مائیکروفلم لینے کی اجازت دی گئی۔

کتب خانہ سعیدیہ اور مدراس کے خاندانی کتب خانہ محمدی میں بیجاپور کے عادل شاہی اور مدراس کے والاجاہی دور کے فرامین اور خاندانی و حکومتی رکارڈس کے ہزاروں کاغذات موجود ہیں جن سے اس دور کے سیاسی، معاشی، علمی اور سماجی پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ مغلیہ شہنشاہوں میں شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے کچھ فرامین، آصف جاہ اوّل اور مابعد آصفی حکمرانوں کے فرامین اور نیز مرہٹہ پیشواؤں کے فارسی مکتوبات بھی یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں پر ٹیپو سلطان، لارڈ کلائیو، وارن ہسٹنگ، کارنوالس وغیرہ کے اصل دستخطی خطوط بھی محفوظ کئے گئے ہیں۔ شاہ جہاں کا ایک فرمان بڑا قابل دید ہے جس کی لمبائی چھ فٹ ہے۔

اس نوعیت کے نادر اور بے مثال مکتوبات اور فرامین ہندوستان کے طول و عرض میں شاید ہی کہیں موجود ہوں۔ جن سے تاریخ کا حقیقی اور سچا مواد حاصل

ہوتا ہے۔

کتب خانہ سعیدیہ کی کتابوں کا بڑا حصہ تفسیر حدیث فقہ اور تاریخ کے فنون پر مشتمل ہے۔ اسّی فیصدی کتابیں عربی میں ہیں۔ جب کتب خانہ سعیدیہ اس موجودہ عمارت میں منتقل ہوا تو اس کی ایک جدولی فہرست تیار کی گئی۔ مولوی ناصرالدین محمد فرزند مولانا قاضی عبیداللہ مرحوم نے فقہ کے فن کی فہرست مرتب کی۔ اور باقی تمام علوم و فنون کی فہرست ڈاکٹر مولوی محمد غوث صاحب نے لکھی تھی۔ اس کتب خانہ کا کام اسی فہرست سے انجام دیا جاتا رہا تا آں کہ حال میں حکومت ہند کے مجوزہ نمونہ پر حکومت ہند کی امداد سے انگریزی میں ایک (CATALOGUE —) شائع ہوا ہے۔ اس کی ترتیب بھی ڈاکٹر مولوی محمد غوث صاحب، ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی۔ پی۔ایچ۔ڈی۔ نے انجام دی ہے۔ اس کیٹلاگ کی رسم اجرائی مرکزی وزیر حکومت ہند جناب فخرالدین علی احمد صاحب کے ہاتھوں جنوری سنہ ۷۰ء میں پائی۔

کتب خانہ سعیدیہ کی کتابوں کو چار حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے (۱) اکابر خاندان کی تصنیفات (۲) اکابر خاندان کی نقل کی ہوئی نایاب قلمی کتابیں (۳) قدیم علماء کی خود ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں اور (۴) قلمی اور مطبوعہ عام کتابیں۔ ہر ایک کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

قاضی محمود کبیر المتوفی سنہ ۹۹۵ھ کے زمانے سے اکابر خاندان کی مولفہ کتابوں کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی تصنیف "شرح تعلیقات محمود بر معاملات گودا" اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے جو ایک سو دس صفحوں کی کتاب ہے۔ اس میں مختلف فقہی جوابات پر تعلیق لکھی ہے اور بعض کے غلط جوابات پر بڑی سخت تنقید کی ہے۔ اس کے علاوہ قاضی صاحب کے فتووں کا مجموعہ بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے جو سنہ ۸۹۹ھ میں تیار ہوا۔ قاضی محمود کبیر کے فرزند قاضی رضی الدین مرتضیٰ کی فارسی تالیف "تحفۃ الحقیر" فن معانی و بیان کی ایک

مستند کتاب ہے جو عادل شاہی بادشاہ ابراہیم عادل شاہ کے نام پر معنون کی گئی ہے۔ اس تالیف کا ایک نسخہ خود قاضی صاحب مرحوم کے ہاتھوں ۹۹۰ھ کا لکھا ہوا اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ قاضی رضی الدین مرتضیٰ کے پوتے مولوی نظام الدین احمد کبیر کو علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) سلطان بیجاپور نے اپنا سفیر بنا کر شہنشاہ دہلی جہاں (۱۰۳۶ھ تا ۱۰۶۹ھ) کے دربار میں بھیجا تھا۔ قاضی نظام الدین احمد کبیر کے پوتے قاضی نظام الدین احمد صغیر (المتوفی ۱۱۸۹ھ) جو ارکاٹ میں چیف جج (قاضی القضاۃ) کی خدمت پر فائز تھے۔ فارسی میں توریت، زبور اور انجیل کا ترجمہ کیا تھا۔ ان کا یہ فارسی ترجمہ اور اس کے مسودات کا بڑا حصہ بھی اسی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے ان کے کئی تصانیف مشہور رہیں ایک عربی رسالہ " انباء الاذکیاء بتجیب الطیب والنسالی بسید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم" نہایت محققانہ ہے۔ ان کے پوتے مولوی محمد غوث شرف الملک دیوان ریاست کرناٹک جو مولانا بحر العلوم فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں داخل ہیں۔ ان کی ایک کتاب "نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" آٹھ ضخیم جلدوں میں اپنی فن کی بے مثل کتاب اس کتب خانہ کی زینت ہے۔ اس کتاب کو مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد نے طبع کر دیا ہے۔ مولوی غوث شرف الملک کے دو فرزند تھے۔ بڑے فرزند مولوی عبدالوہاب مدار المہام ریاست کرناٹک تھے۔ آپ فن رجال کے آخری مستند مولف سمجھے جاتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں سولہ ۱۶ چھوٹی بڑی کتابیں ان کی یادگار رہیں۔ پروفیسر یوسف کوکن صدر شعبہ اُردو فارسی و عربی مدراس یونیورسٹی تحریر فرماتے ہیں۔ "مولوی عبدالوہاب مدار الامراء کو فن حدیث و اصول اور رواۃ سے بڑی گہری دلچسپی تھی ان دونوں میں بڑی مہارت پیدا کی تھی جرح و تعدیل رواۃ کے فن میں وہ امام سمجھے جاتے تھے۔"

نواب شرف الملک کے دوسرے فرزند امام العلماء قاضی الاسلام محمد صبغۃ اللہ

بدر الدولہ اپنے زمانے کے بلند پایہ اور قابل ترین مصنف تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث، سیرۃ اور سوانح وغیرہ مختلف فنون پر آپ کی تین زبانوں عربی فارسی اور اردو میں (۸۰) تصانیف موجود ہیں۔ ان میں سے چودہ کتابیں اردو میں ہیں۔ مفتی صاحب کی بعض کتابیں کتب خانہ سعیدیہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ قاضی بدر الدولہ کی کئی کتابوں کی مانگ اب تک ہے۔ ان کی کتابوں کے کئی کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس نوبت پر اس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ قاضی بدر الدولہ نہ صرف مفسر، محدث، فقیہہ اور سیرۃ نگار تھے۔ بلکہ طبیب اور ہیئت کے بھی ماہر تھے۔

شیخ الاسلام الحاج مفتی محمد سعید خاں صاحب قاضی بدر الدولہ کے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی تصانیف میں آٹھ کتابیں جو عربی، فارسی و اردو میں ہیں مشہور ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ رسالہ اثبات علم غیب انبیاء (عربی) رسالہ شق القمر (فارسی) تخریج احادیث مجدد الف ثانی (عربی)، التبتہ بالتنزیہ (عربی) رسالہ اثبات عمل مولود شریف (اردو) ترجمہ شروط الاستنداء (اردو) منہاج العدالت (فارسی) اور فیض الکریم (تفسیر اردو) قابل ذکر ہیں۔ مفتی صاحب کی یہ سب کتابیں اور اکابر خاندان کی بہت ساری کتابیں ان کے اصلی نسخے اس کتب خانہ میں موجود ہیں جنہیں لکھے ہوئے ایک دو نہیں چار صدیاں گذر گئی ہیں۔

غرض اکابر خاندان عربی، فارسی اور اردو میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیر، عقائد، تاریخ اخلاق، فلسفہ اسلام، ہیئت، قرآن، توراۃ، اور انجیل وغیرہ پر کتابیں تالیف کیں۔ جن پر وہ بے پناہ عبور رکھتے تھے۔ ان کی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ان میں سے بہت سی کتابیں طبع ہو چکی ہیں مگر زیادہ حصہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ عربی اور فارسی میں ہی ابتداءً تالیف و تصنیف ہوتی تھی۔ لیکن بعد میں اردو اور دیگر السنہ میں بھی لکھنا ضروری ہو گیا۔ حالیہ دور میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے خاندانی روایات کا سلسلہ نہ صرف

عربی اردو بلکہ جرمن ، فرنچ ، ترکی ، اطالوی ، انگریزی ، اور دیگر کئی زبانوں میں مقالے اور کتابیں لکھ کر اور آگے بڑھا دیا ہے۔ ان کے فرانسیسی ترجمہ قرآن کو یورپ میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اب تک اس کے تین اڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔

کتب خانہ سعیدیہ کے نائب صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف الدین صاحب کے تحقیقی مقالوں کا اردو، فارسی، عربی ہی نہیں بلکہ ترکی ، انگریزی ، انڈونیشی اور پولش زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔

کتب خانہ سعیدیہ میں دوسری قسم ان کتابوں کی ہے جو بزرگان خاندان نے نقل کی ہیں۔ بیشتر نایاب کتب کی بابت قدیم سے علماء کا طریقہ یہ تھا کہ جن کتابوں پر ان کو دسترس حاصل ہو جاتی تو ان کی نقلیں کر لیتے۔ خاندان کے اکابر علماء نے بارہ پشتوں سے مسلسل ہزاروں صفحے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ جہاں کہیں وہ جاتے خصوصاً مکہ و مدینہ منورہ کتابوں کی نقل کرنے میں بلا ناغہ روزآنہ مصروف رہا کرتے۔ اس طرح اہل خاندان نے جملہ علوم اسلامی کی مستند کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ نقل و کتابت کے ذریعہ اپنے پاس جمع کر لیا۔ چنانچہ نقل کی ہوئی کتابوں میں ہمیں تفسیر، تجوید، حدیث، سیرت، فقہ، کلام، ہیت، منطق، تاریخ وغیرہ مختلف فنون پر ہزاروں قلمی کتابیں ملتی ہیں۔ ان کی بڑی تعداد آج بھی غیر مطبوعہ ہے۔

اکابر خاندان خود تحریر کرنے کے علاوہ کاتبوں کو اجرت دے کر بکثرت کم یاب کتابوں کو ہر جگہ سے نقل کروایا کرتے تھے۔ مفتی محمد سعید خاں صاحب کے کاتب نہ صرف ہندوستان بلکہ مکہ و مدینہ منورہ میں بھی موجود تھے انھوں نے ثمرقند و بخارا سے بھی کتابیں نقل کروا کر منگوائی تھیں۔

کتب خانہ سعیدیہ کے کتابوں کی تیسری قسم خرید شدہ کتابوں کی ہے ان میں

مطبوعہ اور وہ قلمی کتابیں بھی شامل ہیں جنہیں قدیم علماء نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا۔ مفتی صاحب سے دادا نواب شرف الملک بہادر کے لڑکوں اور پوتوں نے جہاں تک ان کی مالی حالت اجازت دے سکتی تھی۔ نایاب قلمی کتابیں خریدی ہیں۔ اگر وہ ناقص تھیں تو اس کا تکملہ خود تحریر کرکے مکمل کیا ہے۔ یہ کتابیں خاندان کا علمی خزانہ ہیں۔ یہ کتابیں زیادہ تر تفسیر حدیث، فقہ، رجال اور تاریخ کی ہیں لیکن دوسرے علوم وفنون کا ذخیرہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ چند کتابیں چھٹی صدی ہجری اور متعدد ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کی لکھی ہوئی ہیں۔ بعض تو ایسی قدیم بھی ہیں جن پر سنہ لکھا ہوا نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی، سیوطی، علامہ عینی، مجد الدین فیروز آبادی، مولانا عبد العلی بحر العلوم مولانا عبد الحق دہلوی اور دیگر اکابر علماء کی لکھی ہوئی یا ان کے پاس پڑھی ہوئی اور درس دی ہوئی کتابیں اس کتب خانہ کی آج بھی زینت ہیں۔ بعض کتابوں پر علماء کی تحریریں اور ان کے آٹوگراف بھی موجود ہیں۔

کتب خانہ سعیدیہ میں متعدد کتابیں اصل مصنفوں کی لکھی ہوئی صرف اسی کتب خانہ میں ہی نہیں بلکہ خاندان کے دوسرے کتب خانوں میں بھی موجود ہیں۔ یاقوت، حضرت شہاب الدین سہروردی، امام نووی، امام ذہبی، علامہ شعرانی وغیرہ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ نایاب مطبوعہ کتابیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

جس طرح شمالی ہند میں رام پور کا شاہی کتب خانہ اور مشرقی ہند بہار میں خدا بخش کا کتب خانہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنوبی ہند میں کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد ہے موجودہ کارکنان کتب خانہ سعیدیہ کوشاں ہیں کہ اس کو ایک بڑے اورینٹل ریسرچ سنٹر میں تبدیل کردیں تاکہ تمام دنیا سے ریسرچ اسکالر اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے یہاں آئیں۔

چند نایاب مخطوطات :- کتب خانہ سعیدیہ کے نایاب مخطوطات جو تفسیر، حدیث، فقہ، رجال، منطق، عقائد وغیرہ پر مشتمل ہیں ناظرین کی دل چسپی کی خاطر یہاں صرف چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱- علامہ ابو القاسم علی ابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ، ۱۱۷۶ء) کی مشہور معروف ضخیم تصنیف "تاریخ دمشق" کے آٹھ جز ۱۴۲ تا ۱۵۰ اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ عربی نثر کی اس کتاب کو ابن عساکر نے اپنے درس کے لئے کئی بار استعمال کیا۔ اس پر انھوں نے اپنے مختلف شاگردوں کے نام لکھے ہیں جنہیں اس کا درس دیا گیا۔ ابن عساکر کے فرزند قاسم نے بھی اس نسخے کو جامع مسجد دمشق میں اپنے شاگردوں کو درس دینے کے لئے استعمال کیا۔ اس نسخہ پر قاسم کی دستخط بھی موجود ہے۔

۲- ابو بکر بن علی الخطب البغدادی (المتوفی ۴۶۳ھ، ۱۰۹۲ء) کی مشہور کتاب الاسماء المبهمہ فی الانباء المکهمہ" کی نقل بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ فن حدیث کی یہ قلمی عربی کتاب ۵۸۶ھ میں نقل کی گئی اس کے چند صفحے قاضی بدر الدولہ نے نقل کرکے شائع کئے ہیں۔

۳- ابو عیسیٰ محمدؐ ابن عیسیٰ الترمذی کی شمائل ترمذی کی ایک نقل ۹۸۲ھ کی اس کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ جس پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی دستخط ہے۔ انھوں نے دس بار اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کے لئے یہ نسخہ استعمال کیا۔ پہلی بار ۱۰۰۲ھ میں اپنے لڑکے کو درس دینے کے لئے اور آخری بار ۱۰۴۲ھ میں اسے استعمال کیا۔ اس نایاب نسخہ میں حاشیہ پر شرح بھی لکھی ہوئی ہے۔

۴- علامہ شاطبی (المتوفی ۵۹۰ھ) کی "حرز الامانی" بھی یہاں موجود ہے یہ نایاب نسخہ حسن خط میں لاجواب ہے اس نسخہ کا کاغذ دبیز ہے۔ اسے نقل کرنے کی تاریخ کتاب پر درج نہیں ہے۔ لیکن جو سند اس کتاب کے ساتھ منسلک ہے اس سے پتہ

چلتا ہے کہ اسے ۸۴۳ھ سے پہلے نقل کیا گیا کیوں کہ شہاب الدین احمد بھلبو کی نے اس نسخہ کا علامہ سخاوی کے پاس پہلی بار ۸۶۳ھ میں درس لیا پھر بعد میں ایک بار اور ختم کیا. علامہ سخاوی نے اس کتاب پر ایک مختصر نوٹ بھی لکھا ہے۔ اور اپنے شاگردوں کو اس موضوع پر درس دینے کی اجازت دی ہے۔ علامہ نے دو بار اس نسخہ کو اپنے شاگردوں کو درس دینے کے لئے استعمال کیا۔

۵۔ ابو محمد غالب بن عطیہ کی مشہور تفسیر القرآن کی ایک جلد یہاں موجود ہے اس میں قرآن مجید کی تفسیر ابتداء سورہ فاتحہ سے آل عمران تک ہے. جسے ۶۲۵ھ میں حلب میں عبداللہ الشجاعی نے نقل کیا۔

۶۔ علامہ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) کی لکھی ہوئی "تعدید القوس فی تخریج احادیث مسند الفردوس" کا مشہور نایاب نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ مصنف کا دستخط شدہ یہ نسخہ ۸۳۹ھ میں مکمل ہوا۔

۷۔ قاضی عزیز الدین کی "شرح المواقف" کا نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے "المواقف علم کلام" پر معیاری اور بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ شرح المواقف ۸۰۷ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کتب خانہ میں جو نسخہ موجود ہے اسے ۸۵۶ھ میں بخارا میں نقل کیا گیا۔ یہ بڑا نایاب اور قابل دید نسخہ ہے۔

۸۔ مولانا بحر العلوم فرنگی محلی لکھنوی کی مشہور کتاب "شرح مسلم الثبوت کی دو جلدیں بھی یہاں موجود ہیں۔ مولانا بحر العلوم کے داماد مولوی علاء الدین نے مولانا کے پاس ان نسخوں کا درس لیا۔ مولانا نے اس کتاب پر کئی نوٹ تحریر کئے ہیں۔ اور مولوی علاء الدین نے شرح لکھی ہے۔ اس کتاب پر مولانا کے نواسے مولوی جمال الدین کی مہر ہے اور فارسی میں ان کا لکھا ہوا ایک نوٹ بھی ہے کہ "یہ کتاب مجھے اپنے والد حضرت ملک العلماء مولانا علاء الدین سے حاصل ہوئی" پھر مفتی محمد سعید خاں صاحب نے خریدا

اور اپنے خریدنے کا تذکرہ بھی اس کتاب پر تحریر کیا ہے۔

۹۔ گلستان سعدی۔ شیرازی کا بہترین، نایاب، قدیم، بیش بہا اور مصور مجلد نسخہ اس کتب خانہ کی زینت ہے۔ اس میں طلائی وزرین کام کیا گیا ہے۔ یہ فنِ خطاطی اور گل کاری کا قیمتی اور انتہائی خوبصورت نمونہ ہے۔ اسے ۹۸۶ھ میں ابن حسین شریف الحسینی المشہدی نے نقل کیا۔ یہ نسخہ جہاں ایرانی مصوری کا بہترین نمونہ ہے وہیں خطاطی کا بے نظیر شاہکار بھی ہے۔ یہ نسخہ نستعلیق خط میں ہے جو اپنی خوبصورتی اور نفاست میں تمام خطوں پر سبقت رکھتا ہے۔ اس کتاب میں ۱۴۰ ورق ۲۸۰ صفحے ہیں۔ بیچ بیچ اور تصویروں کے سامنے کئی سادے صفحے بھی ہیں۔ ۶ خوشنما تصاویر ہیں۔ جن کا تعلق گلستان کی مختلف ہدایات سے ہے یہ تصاویر جہاں آرٹسٹ عبداللہ شیرازی کی مہارت کو ظاہر کرتی ہیں وہیں یہ فنِ مصوری کے انتہائی شاندار نمونے ہیں۔ فل سائز کے یہ تصاویر بڑے نفیس، نہایت اعلیٰ ڈیزائن اور عمدہ رنگوں میں ہیں۔ تصاویر کے لئے جو کاغذ استعمال کیا گیا ہے وہ دبیز سمرقندی اور بھورا چمکدار قسم کا ہے۔ اس گلستاں کی کئی تصاویر شائع ہو چکی ہیں۔ اس گلستاں کے نسخے پر پروفیسر ڈاکٹر نظام الدین کے انگریزی مضمون "ANIQUE. ILLUSTRATED MANUSCRIPT OF SADIS GULISTAN" کے ساتھ بھی کئی تصاویر شائع ہوئی ہیں۔

اس گلستاں کے ہر ورق کا پہلا حرف مطلا ہے۔ اور ہر حاشیہ پر مختلف قسم کے رنگوں کے گل بوٹے اور نقش و نگار ہیں جن پر طلاکاری کی گئی ہے۔ صفحوں کے کنارے اور حاشیے بڑی مناسبت رکھتے ہیں۔ گلستاں کا یہ قدیم نسخہ کہا جاتا ہے ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء میں ایران کے صفوی خاندان کے شہزادہ ابراہیم مرزا کے لئے تیار کیا گیا تھا جو علم و ادب اور فنون لطیفہ کا بڑا قدردان تھا۔

اس گلستاں کی تیاری اور پینٹنگ میں آٹھ سال کا عرصہ لگا یعنی ۹۷۸ھ ۱۵۷۰ء تا

۹۸۶ھ؍ ۷۸-۱۵۷۷ء کے دوران یہ کتاب اس کی جلد، پینٹنگ اور اس کی تصویریں تیار کی گئیں یہ گلستاں سولہویں صدی عیسوی کے شیرازی اسکول کا شاہکار ہے اس نسخہ کے تعلق سے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم نے کتب خانہ کی کتاب الرائے میں تحریر فرمایا ہے:

"پرانی قلمی کتابوں کا نہایت ہی گراں قدر مجموعہ یہاں ہے، حدیث، تفسیر اور رجال میں خصوصیت سے بڑے بے بہا نوادر یہاں محفوظ ہیں۔ خطاطی اور جلد سازی کے بھی بہت اچھے نمونے ہیں۔ گلستاں کا ایک نسخہ خط، جلد، آرائش، ہر اعتبار سے بے مثل کہا جا سکتا ہے۔"

اس موقع پر اس کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ کئی سال پیشتر گلستاں کے اس نسخے کو ایک صاحب نے سرقہ کر کے بمبئی کے ایک سرمایہ دار مسٹر کاؤس جی جہانگیر کے ہاتھ پانچ ہزار پانچ سو میں فروخت کر دیا تھا۔ آخر کئی سال بعد کتب خانہ کو اس کی ملکیت گلستاں واپس ہوئی۔

اس گلستاں کے نسخے پر راقم الحروف کا ایک تفصیلی مضمون روزنامہ ملاپ کے ادبی ایڈیشن مورخہ ۴؍ دسمبر ۱۹۶۶ء اور ۱۱؍ دسمبر ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۰۔ بدرالدین ہلالی کی مشہور فارسی مثنوی "صفات العاشقین" اس کتب خانہ میں موجود ہے (۴۶) صفحات کی اس کتاب کا سائز ۶" × ۱۰" ہے۔ اس کتاب میں نقش و نگار گلکاری اور بہت سا زریں کام کیا گیا ہے۔ سوائے پہلے صفحے کے ہر صفحہ پر دس سطریں ہیں۔ یہ نسخہ بھی خوب صورت نستعلیق خط میں ہے۔ اس نسخہ میں تین بڑی نفیس تصویریں بھی ہیں جن میں ایک سلطان محمود غزنوی کی فوٹو (شبیہ) بھی شامل ہے جس میں وہ اپنے غلام ایاز کے آگے اپنا سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اس منظر کا تعلق مثنوی کے ایک شعر سے ہے۔

صفات العاشقین ۹۸۶ھ میں لکھی گئی لیکن کس نے نقل کیا اس کا پتہ نہیں چلتا آخری صفحہ پر لکھا ہے اکبر اعظم کے عہد حکومت کے ۲۵ ویں سال میں یعنی ۹۸۳ھ (۱۹۷۵ء) میں